خدا اپنے خاص بندوں کیلئے بڑی غیرت رکھتا ہے اور ہر خطرہ سے انہیں بچا لیتا ہے

ارشاداتِ عالیہ سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

"یہ یاد رکھو کہ خدا تعالیٰ کی غیرت کبھی تقاضا نہیں کرتی کہ اس کو (اپنے بندہ کو) ایسی حالت میں چھوڑے کہ وہ ذلیل ہو کر پیسا جائے۔ نہیں بلکہ وہ خود وحدہٗ لاشریک ہے وہ اپنے بندہ کو بھی ایک فرد اور وحدہٗ لاشریک بنا دیتا ہے۔ دنیا کے تختہ پر کوئی انسان اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ ہر طرف سے اس پر حملے ہوتے ہیں اور ہر حملہ کرنے والا اس کی طاقت کے اندازہ سے بے خبر ہو کر جانتا ہے میں اُسے تباہ کر ڈالوں گا لیکن آخر اس کو معلوم ہو جاتا ہے کہ اس کا بچ نکلنا انسانی طاقت سے باہر کسی قوت کا کام ہے۔ کیونکہ اگر اسے پہلے سے یہ علم ہوتا تو وہ حملہ بھی نہ کرتا۔ پس وہ لوگ جو خدا تعالیٰ کے حضور ایک تقرب حاصل کرتے ہیں اور دنیا میں اس کے وجود اور ہستی پر ایک نشان ہوتے ہیں بظاہر اس قسم کے ہوتے ہیں کہ ہر ایک مخالف اپنے خیال میں یہ سمجھتا ہے کہ میرے مقابلہ میں یہ بچ نہیں سکتا، کیونکہ ہر قسم کی تدبیر اور کوشش کے نتائج اسے یہیں تک پہنچاتے ہیں، لیکن جب وہ اس نرغہ میں سے ایک عزت اور احترام کے ساتھ اور سلامتی سے نکلتا ہے تو ایک دم کے لئے تو اُسے حیران ہونا پڑتا ہے کہ اگر انسانی طاقت کا ہی کام تھا، تو اس کا بچنا محال تھا، لیکن اب اس کا صحیح سلامت رہنا انسان کا نہیں بلکہ خدا کا کام ہے۔"

(ملفوظات جلد اول صفحہ ۲۱۲)

Ahmadiyya Movement In Islam, Inc.
P. O. Box 226
CHAUNCEY, OH 45719

NON PROFIT ORG
U. S. POSTAGE
P A I D
CHAUNCEY, OHIO
PERMIT # 1

آج میں احمد کے ہاتھ پر اپنے تمام گناہوں سے توبہ کرتا ہوں

حضرت اقدس کے دستِ مبارک سے لکھے ہوئے الفاظِ بیعت

حضرت اقدس نے آج سے سو سال قبل جماعت احمدیہ کی بنیاد رکھتے ہوئے بیعت کے جو الفاظ اپنے دستِ مبارک سے تحریر فرمائے وہ مندرجہ ذیل ہیں۔

"بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نحمدہ و نصلی

آج مَیں احمد کے ہاتھ پر اپنے ان تمام گناہوں اور خراب عادتوں سے توبہ کرتا ہوں جن میں مَیں مبتلا تھا اور اپنے سچے دل اور پکے ارادہ سے عہد کرتا ہوں کہ جہاں تک میری طاقت اور سمجھ ہے۔ اپنی عمر کے آخری دن تک تمام گناہوں سے بچتا رہوں گا اور دین کو دنیا کے آراموں اور نفس کے لذات پر مقدم رکھوں گا اور اشتہار کی دس شرطوں پر حتی الوسع کاربند رہونگا اور میں اپنے گذشتہ گناہوں کی خدا تعالیٰ سے معافی چاہتا ہوں۔ استغفر اللہ ربی استغفر اللہ ربی استغفر اللہ ربی من کل ذنب واتوب الیہ۔ اشھد ان لا الٰہ اِلّا اللہ وحدہٗ لا شریک لہٗ و اشھد ان محمداً عبدہٗ و رسولہ۔ ربّ انی ظلمت نفسی و اعترفت بذنبی فاغفرلی ذنوبی فانہ لا یغفر الذنوب اِلّا انت۔"

حضور کی تحریر کا عکس

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی

آج میں احمد کے ہاتھ پر اپنے ان تمام گناہوں اور خراب عادتوں سے توبہ کرتا ہوں جن میں مبتلا تھا۔ اور اپنے سچے دل اور پکے ارادہ سے عہد کرتا ہوں کہ جہاں تک میری طاقت اور سمجھ ہے اپنی عمر کے آخری دن تک تمام گناہوں سے بچتا رہوں گا اور دین کو دنیا کے آراموں اور نفس کے لذات پر مقدم رکھوں گا اور میں اپنی گذشتہ گناہوں کی خدا تعالیٰ سے معافی چاہتا ہوں استغفر اللہ ربی استغفر اللہ ربی استغفر اللہ ربی من کل ذنب واتوب الیہ و اشھد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ و اشھد ان محمداً عبدہ و رسولہ ربّ انی ظلمت نفسی و اعترفت بذنبی فاغفرلی ذنوبی فانہ لا یغفر الذنوب الا انت۔

اور اشتہار کی دس شرطوں پر حتی الوسع کاربند رہوں گا

آہ! حضرت سیّدہ آصفہ بیگم صاحبہ

نہایت افسوس اور گہرے رنج و غم کے ساتھ احباب جماعت کو اطلاع دی جاتی ہے کہ حضرت سیّدہ آصفہ بیگم صاحبہ حرم سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز ۲، اور ۳، اپریل ۱۹۹۲ء کی درمیانی شب اس عالم فانی سے عالم جاودانی کو رحلت فرما گئی ہیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ۔

جماعت احمدیہ جرمنی کے سولہویں جلسہ سالانہ سے

سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ کا بصیرت افروز افتتاحی خطاب

اپنے مقام کو پہچانیں اور سورۃ فاتحہ سے گہرا رابطہ قائم کرکے اپنے اور دوسروں کے مقدر روشن کریں

آپ سارے زمانے اور بعد میں آنے والی نسلوں کے مقدر روشن کرنے کیلئے پیدا کئے گئے ہیں

سورۃ فاتحہ سے استفادہ کا سفر ہر قدم کو منزل بنانے والا ایک ناپیدا کنار سفر ہے

یہ وہ عظیم الشان سورۃ ہے جو دلوں کے ویرانوں کو شاداب جنتوں میں بدل دیتی ہے

یہ قرآن کریم کا ہی افتتاح نہیں کرتی زندگی کے ہر پہلو کا افتتاح کرتی اور آخر تک ساتھ دیتی ہے

مرتبہ : سلیم احمد شاہد، جرمنی

سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے جماعت احمدیہ جرمنی کے سولہویں جلسہ سالانہ منعقدہ ناصر باغ گروس گیراؤ میں ۳۰ ؍اگست ۱۹۹۱ء کو جو بصیرت افروز افتتاحی خطاب فرمایا اس کا مکمل متن ہدیۂ قارئین کیا جارہا ہے ——— (ادارہ)

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا :۔

سورۃ فاتحہ کا ہر قسم کے افتتاح سے رشتہ ہے

سورۃ فاتحہ کا ہر قسم کے افتتاح سے ایک گہرا اور اٹوٹ رشتہ ہے اور یہ رشتہ ایک ایسا رشتہ ہے جو زندگی کے ہر شعبے پر حاوی ہے اور کبھی ٹوٹ نہیں سکتا۔ اسی لئے اس دُعا کا نام جو سورۃ فاتحہ کی شکل میں ایک عظیم نعمت کے طور پر مسلمانوں کو عطا ہوئی، فاتحہ رکھا گیا۔ فاتحہ سے مراد ہے ابتداء کرنے والی، افتتاح کرنے والی، کسی بات کو کھولنے والی اور وہ کنجی جس سے ہر قسم کے تالے کھل جاتے ہیں۔ یہ ایک عظیم سورۃ ہے جس کو اُمّ الکتاب بھی فرمایا گیا یعنی وہ چھوٹی سی سورۃ جو سات آیات پر مشتمل ہے سارے قرآن کی ماں ہے۔ ماں وہ ہوتی ہے جس سے بچہ ہر قسم کے اجزاء حاصل کرتا ہے اور انہیں اپنا جزو بدن بنالیتا ہے۔ ماں وہ ہوتی ہے جس کی آنکھ سے بچہ آنکھ لیتا ہے، جس کے دل سے بچہ دل پکڑتا ہے، جس کے جگر کے خون سے اس کا اپنا جگر بنتا ہے، جس کی ہڈیوں کے رس سے اس کی ہڈیاں وجود میں آتی ہیں۔ غرضیکہ بدن کا ہر ذرہ ناخن، بال اور جلد اور وہ باریک خلیے جو بدن میں پھیلے پڑے ہیں وہ تمام تر بچہ ماں سے لیتا ہے۔ ماں کے وجود کو دیکھا جائے تو مستقبل میں بچے کا وجود دکھائی دینے لگتا ہے۔ اسی طرح بچے کو دیکھیں تو ماں کا وجود اُس بچے کے وجود میں دکھائی دینا چاہیئے۔

پس قرآن کریم نے سورۃ فاتحہ کا خود سارے قرآن سے یہ رشتہ باندھ کر ہمارے لئے اس معاملے میں بے حد آسانی پیدا فرمادی کہ ہم قرآن کریم کے مضامین کو سمجھنے میں سورۃ فاتحہ سے مدد لیں اور سورۃ فاتحہ کے مضامین کو سمجھنے میں قرآن کریم سے مدد لیں۔ سارا قرآن تو سب کو حفظ ہونا مشکل ہے۔ بہت تھوڑے خوش نصیب ہیں جو قرآن کریم کو حفظ کر سکتے ہیں اور جو کر بھی لیتے ہیں ان بے چاروں میں سے اکثر کو اس کا ترجمہ نہیں آتا۔ اس لحاظ سے خدا تعالیٰ نے نعمت پر نعمت یہ عطا کی کہ خدا تعالیٰ نے قرآن کریم کا خلاصہ صرف سات آیات میں بیان فرمادیا جس کا حفظ کرنا ہر انسان کے لئے خواہ وہ تعلیم یافتہ ہو یا جاہل ہو بہت ہی آسان ہے، اتنا آسان کہ دنیا کے پردے پر کسی جگہ کا انسان ہو کسی قوم سے تعلق رکھتا ہو وہ کسی عمر میں بھی کوشش کرے سورۃ فاتحہ آسانی سے یاد کر سکتا ہے۔ اور پھر اس کا ترجمہ بھی اتنا آسان ہے کہ ان چند آیات کے ترجمے کو یاد کرنا دنیا کے کسی بھی انسان کے لئے خواہ وہ کسی ملک سے تعلق رکھتا ہو ناممکن نہیں۔ اور پھر نعمت پر ایک اور نعمت یہ عطا فرمائی کہ خدا تعالیٰ نے ہمیں ارشاد فرمایا کہ اس چھوٹی سی سورۃ کو جو اُمّ الکتاب ہے، جو کھلی ہوئی کتاب بھی ہے اور جو بند کتاب بھی ہے اسے اپنی پانچ وقتہ نمازوں کی ہر رکعت میں پڑھا کرو، ہر رکعت کی ادائیگی کے ساتھ پڑھا کرو اس

کے بغیر کسی نماز کا بھی کوئی جز مکمل نہیں ہو سکتا۔ سو یہ اتنی عظیم الشان نعمت ہے کہ جب اس پر غور کریں اور اس نعمت کے اجزاء در اجزاء پر نظر ڈالنا شروع کریں تو یہ ایک ایسا سفر ہے جو ساری زندگی کبھی ختم نہیں ہو سکتا بلکہ نسلاً بعد نسل بھی دنیا بھر کے تمام انسان اسی سفر کو ہمیشہ جاری رکھیں تب بھی یہ سفر ختم نہیں ہو سکتا۔

ہر قدم کو منزل بنانے والا ناپیدا کنار سفر

میں یہ جو بات کہہ رہا ہوں کسی مبالغے سے نہیں کہہ رہا۔ گذشتہ کوئی نصف سال کے جمعے ایسے تھے جن میں مَیں نے زیادہ تر سورۃ فاتحہ کے مضامین پر روشنی ڈالی اور ان میں سے بعض حصے ایسے تھے کہ ان کے متعلق ہر صاحب عقل اس بات پر مطمئن ہو سکتا ہے کہ ان حصوں میں جو امور بیان کئے گئے ہیں ان پر انسان عمر بھر بھی غور کرتا رہے تو وہ اس کی انتہاء کو پا نہیں سکتا۔ اس سے پہلے بھی میں مختلف جلسوں میں سورۃ فاتحہ کے بعض مضامین بیان کرتا رہا ہوں لیکن میرا علم، علم کے اُس سمندر میں سے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سورۃ فاتحہ کی تفسیر کی صورت میں ہمارے سامنے رکھا ایک قطرہ کی مانند ہے۔ اور خود آپؑ کا اپنا دعویٰ یہ ہے کہ ؎

این چشمۂ رواں کہ بخلق خدا دہم
یک قطرۂ زبحرِ کمالِ محمدؐ است

یعنی اے دیکھنے والو! اے فیض پانے والو! تم جو یہ دیکھ رہے ہو کہ میں معرفتوں کے چشمے بہا رہا ہوں معارف و فیوض کے یہ جاری چشمے حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالات اور فیوض کے سمندر میں سے لئے ہوئے ایک قطرے کی طرح ہیں۔ پس ان امور پر غور کرتے ہوئے انسان ایسے سمندروں کے سفر پر روانہ ہو جاتا ہے جو ناپیدا کنار ہیں جن کا کوئی کنارہ نہیں اور جن کی کوئی تہہ نہیں۔ پھر یہ ایک ایسا سفر ہے جس کی ہر منزل ایک فیض عطا کرنے والی منزل بن جاتی ہے۔ بعض سفر ایسے ہوتے ہیں کہ اگر انسان ان کے منتہا کو نہ پہنچ سکے تو وہ سفر بے کار رہ جاتے ہیں اور ساری محنت اکارت چلی جاتی ہے لیکن سورۃ فاتحہ کا سفر ایک ایسا سفر ہے جس میں ہر قدم منزل بن جاتا ہے اور ہر قدم اس امر کے باوجود منزل بن جاتا ہے کہ اس سفر کی آخری منزل کوئی نہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہر قدم پر انسان ایسے فیوض پاتا ہے جن کے نتیجے میں اگر وہ چاہے تو اس کے گھر برکتوں سے بھر سکتے ہیں اور اگر نہ بھرنا چاہے تو فیوض عطا ہو کر بھی اس کے ہاتھ سے نکل جاتے ہیں۔ اس کی مثال ایسی ہی ہے جیسے ریت پر جب بارش پڑتی ہے تو تھوڑے عرصے کے لئے ریت کا گڑھا بھی بھر دیتی ہے اور ریت پر بھی تراوت اور ہریالی دکھائی دینے لگتی ہے مگر یہ نظارہ زیادہ عرصے تک نہیں رہتا۔ چند دن کے بعد وہی ریت اور وہی خشکی اور وہی ویرانہ پن پھر نظر آنے لگتا ہے۔ پس اگر کسی انسان کے مقدر میں ویرانہ ہو تو اس کا کوئی علاج نہیں۔ لیکن اگر کوئی واقعتاً آسمان کے پانی سے سیراب ہو کر اس کی قدر کرنا چاہے اور جہاں تک اس کا بس چلے اس کے فیوض کو اپنی ذات میں جاری رکھنے کی کوشش کرے تو کئی قسم کی ہریالیاں نمودار ہو جاتی ہیں اور وہ ہریالیاں آسمانی پانی سے حاصل ہونے والی تراوت کی حفاظت کرتی چلی جاتی ہیں۔ اس طرح تو رفتہ رفتہ صحرا بھی بہت خوبصورت اور سرسبز جنگلوں میں تبدیل ہو جاتے ہیں۔ پہلے ایسے ریت کے علاقے ہوا کرتے تھے جن میں کوئی سبزہ نہیں پایا جاتا تھا مگر کوشش اور محنت اور جدوجہد کے بعد انسانوں نے ان علاقوں کو سرسبز و شاداب جنتوں میں تبدیل کر دیا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ابتداء میں جو ہریالی پیدا ہوئی اس کی دیکھ بھال اور حفاظت کے نتیجے میں اس ہریالی نے پانی کی حفاظت کی، پانی کو کچھ زیادہ لمبے عرصے تک اپنی ذات میں قائم رکھا۔ حتیٰ کہ پھر مزید پانی کو جذب کرنے کے لئے صحرا میں ایک نئی طاقت پیدا ہونی شروع ہوئی۔ چنانچہ جتنا سبزہ بڑھتا جاتا ہے بادل اتنا ہی زیادہ سبزہ کی طرف متوجہ ہوتے جاتے ہیں۔

دلوں کے ویرانوں کو شاداب جنتوں میں بدلنے والی سورۃ

سورۃ فاتحہ کے متعلق جب میں کہتا ہوں کہ اس کا بھی یہی حال ہے یعنی اس سے استفادہ کا سفر ہر قدم کو منزل بنانے والا ایک ناپیدا کنار سفر ہے تو اس میں کوئی مبالغہ نہیں اگر آپ اس سفر پر چل پڑیں اور سورۃ فاتحہ کے مضامین پر غور کرتے ہوئے انہیں اپنے اندر جذب کرنا شروع کریں تو ہر انسان کا ویرانہ سرسبز و شاداب جنتوں میں تبدیل ہو سکتا ہے۔ لیکن یہ کرامت ایک دن کے اندر رونما ہونے والی کرامت نہیں، یہ کوئی ایسا معجزہ نہیں کہ آج آپ نے سورۃ فاتحہ سے تعلق جوڑا اور کل آپ کی دنیا بدل گئی ہاں کل دنیا بدلنے کے سامان ضرور پیدا ہو جاتے ہیں۔ دنیائیں تو بدلنے کے لئے وقت لیا کرتی ہیں، محنت کا تقاضا کرتی ہیں۔ ابھی پرسوں کی بات ہے ہم ہالینڈ کے شمال میں واقع ایک جزیرہ دیکھنے گئے جہاں کے لوگوں میں بڑی سعادت پائی جاتی تھی۔ وہاں ایک ہی احمدی ہے لیکن اس کے نیک نمونے کو دیکھ کر وہاں کے لوگوں کو جماعت میں دلچسپی پیدا ہوئی۔ ان کی اس دعوت اور اس گذارش پر کہ اگر میں وہاں جاؤں تو وہ بہت سے معززین کو ایک جگہ اکٹھا کرنے کے سامان کریں گے اور پھر مجلس سوال و جواب ہوگی اور ہر طرح سے ہمیں اسلام کا پیغام پہنچانے کا موقع ملے گا، میں نے وہاں جانے کی حامی بھر لی۔ بہت خوبصورت اور پیارا جزیرہ ہے لیکن آج کے مضمون سے تعلق رکھنے والی تعجب کی بات یہ ہے کہ سارا جزیرہ ریت پر بنا ہوا ہے۔ پہلے وہ جزیرہ خالصتاً ریت کا جزیرہ تھا۔ جنگ عظیم ثانی کے آغاز سے پہلے کا یہ واقعہ ہے جو میں بیان کرنا چاہتا ہوں وہاں ایک جرمن انجینئر آیا اور یہ تہیہ کر کے وہاں بیٹھ رہا کہ اس جزیرے کی حالت تبدیل کروں گا۔ چنانچہ اس نے بہت سے بند بنائے۔ بہت سے پودے باہر سے لا کر وہاں نصب کرنے شروع کئے۔ کسی طرح پانی کو محفوظ کرنے کا انتظام کیا الغرض بڑی محنت کی۔ دنیا بھر میں جگہ جگہ سے ایسے پودے اور ایسی بیلیں اکٹھی کیں، ایسے گھاس منگوائے جو سطح پر پھیلتے چلے جاتے اور ریت کو دباتے چلے جاتے ہیں۔ اس کی اور بعد میں آنے والوں کی کوششوں کے نتیجے میں اس جزیرے کی اکثر سطح اب سرسبز و شاداب ہو چکی ہے جہاں گھاس کی چند پتیاں بھی چند ہفتے زندہ نہیں رہا کرتی تھیں وہاں اب خدا کے فضل سے بڑے بڑے عظیم الشان درخت پیدا ہو چکے ہیں۔ تو انسانوں کے بنائے ہوئے اس معجزے کو ہم نے دیکھا۔ اس سے میری توجہ اس طرف مبذول ہوئی کہ ہر وہ انسان جسے رفتہ رفتہ خدا سے تعلق ٹوٹنے کے نتیجے میں اسی قسم کی ویرانیوں کا سامنا ہے اس کے لئے یہ جزیرہ ہمیشہ امن شادابی اور خوشحالی کا پیغام دیتا رہے گا اور خدا تعالیٰ نے قرآن کریم میں شادابی کا جو نظام بیان فرمایا ہے اس کی صداقت پر بھی یہ جزیرہ ہمیشہ گواہ رہے گا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم دیکھتے نہیں کہ اَنَّا نَسُوْقُ الْمَآءَ اِلَى الْاَرْضِ الْجُرُزِ یعنی ویران زمین کی طرف ہم پانی کا رخ پھیر دیتے ہیں اور پھر دیکھتے دیکھتے وہ ویرانے سرسبز و شاداب جنتوں میں تبدیل ہو جاتے ہیں۔ ایسا ہمیشہ سے ہوتا آیا ہے اور اسی طرح انسانوں کی اور قوموں کی تقدیریں بدلا کرتی ہیں۔ پس خدا تعالیٰ نے ہر مومن کو اس کے اپنے اندرونی ویرانوں کو تبدیل کرنے کے لئے سورۃ فاتحہ کی نعمت عطا فرمائی،

پانچ وقت کی نمازوں کی ہر رکعت میں اس کی تلاوت کرنے کی ہدایت فرمائی، یہ اس بات کی ضمانت ہے کہ قرآنی فیوض کا خلاصہ جب دن میں کم سے کم پانچ نمازوں کی ہر رکعت میں آپ کے دل میں سے گزرے گا تو کچھ نہ کچھ تراوت پیچھے چھوڑ جائے گا کچھ نہ کچھ شادابی کے آثار باقی رہیں گے۔ جب تواتر سے یہ عمل جاری رہے گا تو کیسا بھی ویرانہ ہو وہ ضرور سرسبز و شاداب زمین میں تبدیل ہو جائے گا۔ اس عظیم اہتمام اور اس حیرت انگیز ضمانت کے باوجود سب سے بڑی حیرت کی بات یہ ہے کہ اکثر دلوں سے پانی سے بھری ہوئی ہوائیں بغیر برسے گزر جاتی ہیں۔ زندگی بخش پانی سے لدی ہوئی تو وہ ضرور ہوتی ہیں لیکن انسانی دلوں کے بعض صحرا ایسے بدنصیب ہیں کہ جن پر سے مون سون بھی گزرے تو برستی نہیں بلکہ ایک قطرہ برسائے بغیر وہ اپنے فیض کو کسی اور طرف لے جاتی ہے۔ انسانی دنیا میں یہ واقعات اکثر ہوتے رہتے ہیں اسی لئے میں بار بار جماعت کو متوجہ کرتا رہتا ہوں اور کرتا رہوں گا کہ بیدار ہوں اور ہوش کی آنکھیں کھولیں اور دیکھیں کہ وہ کس حالت میں زندگی بسر کر رہے ہیں۔

اندرونی آنکھیں اور ان کی فیض رسانی کا خدائی نظام

جب تک غافل انسان کی اندرونی آنکھ نہیں کھلتی اس وقت تک وہ کسی نور سے فیض نہیں پا سکتا۔ کبھی آپ نے اندھے کو سورج کی روشنی سے فائدہ اٹھاتے دیکھا ہے۔ یقیناً نہیں۔ ہر دل میں کچھ آنکھیں رکھی گئی ہیں۔ یہ خدا تعالیٰ کا جاری فرمودہ نظام ہے اسی نظام کی بدولت انسان روشنی کے فیض پاتا ہے۔ اگر اس نظام سے اس کی آنکھیں بند ہو جائیں تو اس کی اندرونی آنکھیں اسے کوئی بھی فائدہ نہیں پہنچا سکتیں۔ پس ہوش کی آنکھ سے زندگی کی حقیقی کیفیتوں کا مطالعہ کریں یہی وہ اندرونی آنکھیں ہیں جن کے متعلق قرآن کریم فرماتا ہے۔

مَنْ كَانَ فِي هٰذِهٖٓ اَعْمٰى فَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ اَعْمٰى

یعنی ہر وہ شخص جو اس دنیا میں اندھا ہے گا وہ آخرت میں بھی اندھا ہی اٹھایا جائے گا۔ اس آیت سے یہ مراد نہیں کہ اس دنیا میں جو آنکھوں سے محروم ہیں وہ قیامت کے بعد نئی زندگی میں بھی روحانی روشنی سے محروم رہیں گے ہرگز یہ مراد نہیں مراد یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے اندرونی آنکھوں کا نظام جاری فرمایا ہے ان آنکھوں کا کھلنا ضروری ہے اور یہ کہ ان آنکھوں کو کھولنے کے لئے کوئی طریق ہونا چاہئے ورنہ جیسا کہ میں نے بیان کیا جس طرح صحراؤں سے بعض دفعہ پانی سے لدی ہوئی ہوائیں فیض برسائے بغیر گزر جایا کرتی ہیں اسی طرح نور کی بارش بھی بغیر فیض پہنچائے انسانی دل کو اندھا رہنے دیتی ہے اور انسان اس نور سے کوئی بھی فائدہ نہیں اٹھا سکتا۔ پس اپنے اندر اندرونی کیفیت پیدا کریں جو برسنے والی بارش کے فیض سے استفادہ کی اہلیت رکھتی ہو۔ وہ اندرونی کیفیت پیدا کریں جو آسمان سے برسنے والے نور سے فائدہ اٹھانے کی استطاعت رکھتی ہو۔ ورنہ پانچ وقت کی نمازوں کی شکل میں فیض کے جو چشمے جاری ہیں ان سے آپ فائدہ نہیں حاصل کر سکتے۔ فیض کے جو بادل آتے ہیں وہ ہمیں اسی طرح ویران چھوڑ کر چلے جایا کریں گے۔

سورۃ فاتحہ سے عدم توجہی کی کیفیت

آج دنیا میں اکثر انسان اسی حالت میں زندہ ہیں۔ جب میں یہ کہتا ہوں تو یہ ایک ایسی بات ہے جس کے آپ سب گواہ ہیں وہ بھی جو اس وقت میرے اس خطاب میں شامل ہیں اور باہر کے وہ احمدی دوست بھی جو یہاں موجود نہ ہونے کے باوجود اس خطاب کو سن رہے ہیں۔ آج احمدیوں کی بیدار نسلوں میں سے (جو باقی دنیا کے انسانوں کی نسبت زیادہ بیدار ہیں اور زیادہ نور کی متلاشی ہیں) اگر آپ جستجو کریں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ ایک بہت بڑی تعداد ہمارے بچوں کی ہمارے جوانوں کی ہمارے مردوں کی ہماری عورتوں کی ایسی ہے جو سورۃ فاتحہ کو صحیح طریق سے پڑھنے کی بھی استطاعت نہیں رکھتی۔ وہ سورۃ فاتحہ پڑھتے ہیں تو تلفظ میں غلطیاں پائی جاتی ہیں۔ بہت سے ایسے ہیں جب پڑھتے ہیں تو معانی سے ناواقف رہتے ہیں۔ کثرت سے مائیں ایسے بچے جن رہی ہیں جن کو سورۃ فاتحہ سکھانے کا کوئی انتظام نہیں، باقی نماز تو بعد کی بات ہے۔ سورۃ فاتحہ وہ مرکزی نقطہ ہے جس کے اوپر ساری روحانی عمارت نے ہمیشہ طواف کرنا ہے جس کے گرد انسانیت کی ساری روحانی زندگی نے گھومنا ہے۔ اگر یہ نقطہ نہ رہے، اگر یہ نیوکلیئس قائم نہ ہو تو اس کے گرد گھومنے والے دائرے بھی وجود میں نہیں آئیں گے۔ میں بار بار جو اس بات کو دہراتا ہوں اس لئے نہیں دہراتا کہ مجھے بے وجہ بعض باتیں بار بار کہنے کی عادت ہے بلکہ مجبور ہو کر مجھے اس بات کو دہرانا پڑتا ہے۔ میں جانتا ہوں کہ میں نے بات کہی وقتی طور پر اثر ہوا پھر وہ اثر مٹ گیا۔ اُس بات نے وہ نتیجہ پیدا نہیں کیا جس کی خاطر میں نے مشقت اُٹھائی۔ جب تک مجھے یہ اطمینان نہیں ہو جاتا کہ جماعت احمدیہ نے سورۃ فاتحہ سے جو قرآن کا آغاز ہے اپنی زندگی کا آغاز کرنا شروع نہیں کر دیا اس وقت تک میں ہرگز آرام اور چین سے نہیں بیٹھ سکتا۔ خواہ آپ کہیں کہ تم نے یہ باتیں دہرا دہرا کر ہمارے کان پکا دیئے ہیں میں ہمیشہ یہی باتیں دہراتا رہوں گا۔ حقیقت یہ ہے کہ میں اپنی زندگی کا فرض ادا نہیں کر سکوں گا اگر میں آپ کو پہلا قدم چلنا بھی نہ سکھا سکوں۔ میرے وجود کا میرے اس منصب پر فائز ہونے کا کوئی فائدہ نہیں، میری ساری زندگی اکارت جائے گی اگر میں جماعت احمدیہ کو سورۃ فاتحہ کے ساتھ پہلا قدم اٹھانے کی تعلیم نہ دے سکوں۔ اسی لئے میں نے اس کے مضامین میں زیادہ گہرائی میں اتر کر اس کی وسعتوں میں ہر طرف سفر کرتے ہوئے آپ کو اپنا شریک سفر بنانا شروع کیا تاکہ وہ حسین نظارے جو گاہ بگاہ اللہ تعالیٰ نے مجھے دکھائے میں آپ کو بھی ان میں شامل کروں، آپ میں بھی ان نظاروں سے لطف اندوز ہونے کا ذوق و شوق پیدا ہو۔ لیکن میں جانتا ہوں کہ ذوق و شوق پیدا ہونے کے باوجود ابھی تک جماعت میں بھاری تعداد ایسے نوجوانوں، بچوں، بوڑھوں کی موجود ہے جو سورۃ فاتحہ کا ترجمہ صحیح نہیں جانتے اور اگر جانتے ہیں تو اس پر غور نہیں کرتے۔ وہ نہیں جانتے کہ اس سے کیسے استفادہ حاصل کرنا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ سورۃ فاتحہ سے ایک گہرا ذاتی تعلق قائم نہیں کرتے۔ ایک عظیم الشان کتاب ہے جو سورۃ فاتحہ کے اندر مضمر ہے۔ جو کھلی کھلی بھی ہے اور چھپی ہوئی بھی، کتاب مکنون بھی ہے اور کتاب مبین بھی۔ یہی وہ سورۃ ہے جس کی عظمتوں کے متعلق گزشتہ انبیاء کی امتوں کو اللہ تعالیٰ نے کشوف میں آگاہ فرمایا اور حیرت انگیز تفصیل کے ساتھ اس سورۃ کے مضامین اور اس کی عظمت شان کے متعلق ان کو مطلع کیا۔ یوحنا کو ایک مکاشفہ کے ذریعہ جو انجیل کی ایک کتاب میں درج ہے سورۃ فاتحہ کی عظمت سے آگاہ کیا گیا۔ اگرچہ بعض جگہ انجیل محرف مبدل دکھائی دیتی ہے لیکن آپ اگر اس پر غور کریں تو آپ حیران رہ جائیں گے کہ بعض مقامات پر کتنی صفائی اور کتنی شان کے ساتھ سورۃ فاتحہ کی خوشخبری دی گئی اور اس کے مضامین کی عظمت کو بھی تمثیل کے رنگ میں بیان فرمایا گیا لیکن وہ جن کی خاطر یہ سورۃ نازل ہوئی ان میں سے ہماری اکثریت ابھی تک اس سے فیض نہیں اٹھا سکی۔ اس سورۃ کی مرکزی حیثیت ہے۔

حبل اللہ کا درجہ رکھنے والی آیۂ کریمہ

سورۃ فاتحہ میں وہ جگہ جہاں خدا اور بندے کے درمیان ایک رسّی باندھ دی گئی ہے وہ یہ دُعا ہے۔

اِیَّاکَ نَعۡبُدُ وَاِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ ؕ

سورۃ فاتحہ کے ابتدائی حصّہ میں خدا کا ذکر تو ہے بندے کا کوئی ذکر نہیں۔ خدا کی صفات کے بندوں پر جلوہ گر ہونے اور مخلوق پر جلوہ گر ہونے کے معنوں میں تو ذکر ہے لیکن براہِ راست انسانوں کا کوئی ذکر نہیں۔ خدا تعالیٰ کی صفات کے شیشے میں باقی کائنات دکھائی دیتی ہے۔ اس کے بعد بندوں کا ذکر ہے۔ وہ ہاتھوں میں کشکول پکڑے باہر نکلتے دکھائی دیتے ہیں۔ خدا کی سیدھی راہوں پر رواں دواں نظر آتے ہیں۔ کچھ ان میں انعام پانے والے ہیں، کچھ مغضوب علیہم بھی ہیں سیدھی راہوں پر چلے تو سہی لیکن محروم ازلی تھے، ان سے استفادہ نہ کر سکے۔ آگے بندوں کا ذکر تو ملتا ہے اور خدا کی صفات کا تفصیل سے کوئی ذکر نہیں ملتا۔ ان دونوں حصّوں کے درمیان ایک رسّی ہے جو ایک آیت کریمہ کی صورت میں صفات باری اور بندوں کے ذکر کے دو علیحدہ علیحدہ حصّوں کو مربوط اور مضبوط کرتی ہے، ایک دوسرے سے ان کا تعلق باندھتی ہے اور وہ آیت کریمہ ہے اِیَّاکَ نَعۡبُدُ وَاِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ ؕ بعض دفعہ میں سوچتا ہوں کہ وہ عروۃ الوثقیٰ جس پر ہاتھ ڈالنے کا حکم ہے وہ حبل اللہ جو خالق کو مخلوق سے ملاتی ہے وہ شاید یہی سورۃ فاتحہ کی رسّی ہو اور یہی حبل اللہ کی تفسیر کر رہی ہے۔ کیونکہ اِیَّاکَ نَعۡبُدُ کا مطلب ہے اے خدا ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں تیرے سوا کسی کی عبادت نہیں کرتے۔ ہم عہد کرتے ہیں کہ ہم تیری ہی عبادت کریں گے اور تیرے سوا کسی کی عبادت نہیں کریں گے۔ اسی طرح ہم ہر دوسرے فرضی معبود کو رد کر دیتے ہیں۔ یہ سارے مضامین اِیَّاکَ نَعۡبُدُ میں داخل ہیں۔ ایک چھوٹے سے فقرے میں عبادت سے متعلق ہر قسم کا مضمون شامل فرما دیا گیا ہے اور عبادت کو خالص کرنے کا ہر مضمون اس میں داخل کر دیا گیا ہے۔ اس کے بعد اگلی دُعا دیکھئے کیسی عظیم الشان ہے اور وہ کس طرح اس پہلے عزم سے گہرا تعلق رکھتی ہے اور وہ ہے وَاِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ یعنی اے خدا ہم تجھ سے ہی مدد مانگتے ہیں تیرے سوا کسی سے مدد نہیں مانگتے، ہم تجھ سے مدد مانگیں گے اور تیرے سوا کسی سے مدد نہیں مانگیں گے، تیرے در کے سوا اور کسی طرف نگاہ نہیں کریں گے، ہمیں توفیق عطا فرما کہ ہم اس عہد پر قائم رہیں اور اس عہد سے فیض پا سکیں۔ تو ہی ہے جو ہمیں اس عہد پر قائم رہنے کی توفیق عطا فرمائے گا، تو ہی ہے جو ہمیں یہ بتائے گا کہ عبادت کیسے کی جاتی ہے، تو ہی ہے جو پھر ان عبادت کے درختوں پر پھل پھول لائے گا اور ہمارے ویرانوں کو گلستانوں میں اور باغوں میں تبدیل فرما دے گا، ہمارے ویرانوں کو جنتوں میں تبدیل فرما دے گا۔ اِیَّاکَ نَعۡبُدُ وَاِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ وہ دُعا ہے جس میں سارے مضامین شامل ہیں یعنی اُس سے بہت زیادہ مضامین شامل ہیں جو میں بیان کر رہا ہوں اور یہ مرکزی دُعا ہے جو پہلے حصّے کو دوسرے حصّے سے جوڑ رہی ہے۔ پس ان معنوں میں، میں تو یہی سمجھتا ہوں کہ یہ حبل اللہ کا خلاصہ ہے اور حبل اللہ کی بہترین تفصیل بھی یہی ہے۔ یہی وہ حبل اللہ ہے جس پر ہاتھ ڈالنے کا حکم ہے جس کے متعلق ارشاد ہے کہ جب تم ہاتھ ڈال بیٹھو تو کبھی وہ ہاتھ نہ چھوٹے، کاٹا جائے مگر اس کڑے سے جدا نہ ہو جس نے تمہیں خدا کی رسّی سے باندھ دیا ہے

کاٹا جائے کا ذکر تو میں نے کر دیا ہے لیکن یہ مراد نہیں ہے کہ کاٹا جا سکتا ہے۔ یہ ایک محاورہ ہے بات پر زور دینے کی خاطر انسان اسے استعمال کرتا ہے ورنہ حقیقت یہ ہے کہ وہ ہاتھ جو خدا کی رسّی پر پڑ جاتا ہے کوئی نہیں دنیا میں جو اُس ہاتھ کو کاٹ سکے کاٹنے والے ہاتھ کاٹے جاتے ہیں پر یہ ہاتھ ہمیشہ مضبوطی سے اس رسّی پر قائم رہتا ہے۔ پس اگر آپ نے پانچ وقت کی نمازوں میں یہ دُعا بھی نہ مانگی اور سوچ کر نہ مانگی، اگر اس دُعا کا فیض بھی نہ پایا تو کیا پایا۔ ساری زندگی اکارت گئی، ساری عمر کی نمازیں بے کار گئیں کیونکہ نمازوں میں سے گزرنے کے باوجود آپ سورۃ فاتحہ سے فیض یاب ہو کر نہیں نکلے، جیسے کورے گئے ویسے کورے کے کورے واپس آگئے۔ اس لئے میں آپ کو بار بار تلقین کرتا ہوں کہ اس بات کا عہد کرکے ایک نئے سفر کا آغاز کریں۔ آپ میں سے ہر ایک جس تک یہ آواز پہنچتی ہے خواہ وہ دنیا کے کسی کنارے پر میری آواز کو سن رہا ہے وہ نہ صرف سورۃ فاتحہ کے مضامین کی گہری جستجو شروع کر دے بلکہ چین سے نہ بیٹھے جب تک اس کے مطالب کو بغیر تکلف کے خود بخود سمجھنے نہ لگ جائے۔

سورۃ فاتحہ کے مضامین کا دل پر جاری ہونا ضروری ہے

جب میں یہ کہتا ہوں تو مراد یہ نہیں ہے کہ ترجمہ سے خوب واقف ہو جائیں، ترجمے سے واقف ہونا اور بات ہے اور مضامین سے ایسا گہرا تعلق قائم کر لینا کہ وہ بلا تکلف دل پر جاری ہونے لگیں، یہ ایک بالکل اور بات ہے۔ نماز میں جو لوگ ترجمہ جانتے بھی ہیں ان کے لئے بھی براہِ راست عربی سے ترجمے کو ساتھ ساتھ سمجھنا مشکل ہوتا ہے۔ اس لئے بعض لوگ آغاز میں ٹھہر ٹھہر کر اس کا ترجمہ دل میں دہرا دہرا کر نماز پڑھتے ہیں۔ بچپن میں جب ہم نے نماز شروع کی تھی اس کی کیفیت کا مجھے پتہ ہے۔ انہیں رستوں سے ہم بھی گزرے ہوئے ہیں۔ اِیَّاکَ نَعۡبُدُ وَاِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ کہہ کر اگر خالی آگے نکل جاتے تو کچھ نہ پتہ لگتا کہ کیا کہا ہے حالانکہ ترجمہ جانتے تھے۔ لیکن ٹھہر کر سوچا کہ ہم کیا کہہ رہے ہیں تو پتہ لگا کہ اِیَّاکَ نَعۡبُدُ اے خدا ہم صرف تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور کریں گے اور اِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ تجھ سے ہی مدد چاہتے ہیں اور تجھ سے ہی مدد چاہیں گے۔ جب اس طرح ترجمہ سوچ سوچ کر پڑھا جائے تو رفتہ رفتہ اس ترجمہ سے ایک ذاتی تعلق ہو جاتا ہے اور پھر جس طرح دوستوں سے مراسم بڑھتے ہیں تو تکلفات درمیان سے اٹھ جاتے ہیں اسی طرح سورۃ فاتحہ سے بھی آپ کا ایک دوستانہ ہو جائے گا۔ اور بیچ سے سب مراسم اور تکلفات اٹھ جائیں گے۔ پھر یہ بے ساختہ آپ کے دل پر اترا کرے گی اور آپ کے دل پر جاری ہوگی۔ اس کے بعد پھر اگلے سفر ہیں یعنی مضامین میں ڈوبنا اور نئے نئے مضامین کے اوپر خدا کے فضل اور اس کی توفیق سے اطلاع پانا اور یہ بات بھی سورۃ فاتحہ نے ہمیں سکھا دی کہ مومن کی عاجزانہ زندگی کو زندہ رکھنے کیلئے اور قائم رکھنے کے لئے اور اسے سدھارنے کے لئے اور اس میں مزید چمک پیدا کرنے کے لئے ایسا کرنا بہت ہی ضروری ہے۔ جب ہم یہ کہتے ہیں اِیَّاکَ نَعۡبُدُ وَاِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ تو مراد یہ ہوتی ہے کہ ہم اپنی توفیق سے کچھ بھی پا نہیں سکتے اور کچھ بھی پا نہیں سکیں گے کیونکہ جو کچھ ملے گا تیرے در سے تیرے فیض سے ملے گا اور قبولیت دُعا کے نتیجے میں عطا ہوگا۔ اس کے بعد جب انسان کو خدا تعالیٰ علم عطا فرماتا ہے تو اس کے اندر کبھی تکبر کا کیڑا داخل نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ یہی سوچتا ہے اور یقین رکھتا ہے کہ جو کچھ بھی خدا نے مجھے عرفان عطا کیا اپنی جناب سے میری جھولی میں خیرات ڈالی ہے یہ سب اُسی کے فضل کا نتیجہ ہے۔ گھر سے تو ہم کچھ نہیں

لے کے آئے تھے اس لئے ایک بھکاری دوسرے بھکاری پہ کیا تکبّر کرسکتا ہے وہ کیسے کہہ سکتا ہے کہ میں زیادہ امیر ہوں۔ جھولی میں زیادہ پیسے ہوں یا کم پیسے ہوں دونوں خیرات ہی کے تو پیسے ہیں۔ بھکاری ہونے کی حیثیت میں کوئی فرق نہیں ہوا کرتا۔ پس یہ دُعا آپ کو ہمیشہ ہمیش کے لئے خدا کے در کا بھکاری بنا دیتی ہے اور اپنے ساتھی بھکاریوں پر آپ کو فخر اور تعلّی کا کوئی حق نہیں دیتی، ہر تکبر کا حق آپ سے چھین لیتی ہے۔ ہر انسان اس دُعا کے رستے خدا کی رحمت کے دروازے کھٹکھٹاتا ہوا گزرتا ہے اور زندگی بسر کرتا چلا جاتا ہے۔ پس اگر صرف اس مرکزی نقطے پہ آپ غور شروع کریں اور اس سے فیض اٹھانا شروع کریں تو آپ کی زندگی کی کایا پلٹ سکتی ہے۔

لامتناہی سفر کی طرف دعوت

اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ میں لامتناہی سفر کی طرف بلایا جا رہا ہے۔ عبادت کیا ہے، کیسے کی جاتی ہے، زندگی کے مختلف شعبوں پر عبادت کا کیا اثر پڑتا ہے اور اس کے نتیجے میں انسان خدا سے کیا تعلق پیدا کرتا ہے۔ یہ وہ مضمون ہے جو سورۃ فاتحہ کے دونوں طرف جاری ہے۔ ایک تعلق اس کا "رب" "رحمان" "رحیم" "مالکِ یوم الدین" سے قائم ہے اور دوسرا تعلق اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ کی دُعا سے قائم ہے۔ ربوبیت کو سمجھنا اور اس کا حق ادا کرنا عبادت بن جاتا ہے۔ رحمانیت کو سمجھنا اور اس کا حق ادا کرنا عبادت بن جاتا ہے۔ مالکِ یوم الدّین کے مضمون کو سمجھنا اور اس کا حق ادا کرنا عبادت بن جاتا ہے۔ اور اگر آپ صرف ربوبیت کے متعلق ہی غور کرنا شروع کریں تو جیسا کہ میں نے بیان کیا تھا ایک نہ ختم ہونے والا سفر ہے جو انسان کی ساری نسلیں بھی اکٹھے مشترکہ شروع کریں اور قیامت تک جاری رکھیں تو ختم نہیں ہو سکتا۔ اور اس میں کوئی مبالغہ نہیں۔ اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کی شان جو کائنات میں ہمیں دکھائی دے رہی ہے، جو خدا تعالیٰ کی مخلوقات کے ہر ذرّے میں جلوہ گر ہے اس کے ایک ایک ذرّے کا دل پھاڑ کر اگر دیکھا جائے اور اس میں لکھی ہوئی مرتسم تحریروں کو پڑھا جائے تو جو سائنسدان کچھ نہ کچھ شعور حاصل کر چکے ہیں وہ کہتے ہیں کہ زندگی کے ہر ذرّے پر ایسی تحریریں چھپ چکی ہیں اگر ان کی تفسیر کی جائے ان کو کھول کر بیان کیا جائے تو ایسی کتابیں بنیں گی جو سائنس کے ٹھوس علوم پر مشتمل ہوں گی اور انہیں پڑھنے کے لئے ساری عمر درکار ہوگی۔ اور ساتھ ہی وہ یہ کہتے ہیں کہ یہ ہمارے آج تک کے حاصل کردہ علم پر مبنی بات ہے۔ ہم نہیں جانتے کل کو ہمیں اور کیا کچھ دکھائی دے گا۔ لیکن ہم یہ ضرور جانتے ہیں کہ زندگی کے ایک چھوٹے سے چھوٹے ذرّے میں جو خواص خدا تعالیٰ نے چھاپ دیئے ہیں، اس کے وجود میں داخل فرما دیئے ہیں اور رکھ دیئے ہیں اور ایک ایسی زبان میں لکھ دیئے ہیں جن کو پڑھنے پہ رفتہ رفتہ انسان کو قدرت عطا ہو رہی ہے، وہ اسرار اتنے وسیع ہیں کہ ان کا کوئی ٹھکانہ نہیں کوئی حد نہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جو نظم آپ کے سامنے پڑھی گئی اس کا ایک شعر اسی مضمون کو بیان فرماتا ہے۔

کیا عجب تو نے ہر اک ذرّے میں رکھے ہیں خواص
کون پڑھ سکتا ہے سارا دفتر ان اسرار کا

یعنی اے خدا تُو نے ہر اک ذرّے میں کیسے عجیب خواص رکھ دیئے ہیں۔ کسی میں طاقت نہیں کہ ان سب خواص کو پڑھ سکے تو سورۃ فاتحہ ان خواص کی طرف ہمیں متوجہ کرتی ہے جب کہتی ہے دُعا کرو اِیَّاکَ نَعْبُدُ یعنی اے وہ ذات جس سے ہم مخاطب ہیں! ہم تیری عبادت کرنا چاہتے ہیں، تیری پیروی کرنا چاہتے ہیں تیرے پیچھے چلنا چاہتے ہیں، تیری صفات کو اپنانا چاہتے ہیں تو سورۃ فاتحہ صفات کا ایک جہاں ہمارے سامنے لا کھڑا کرتی ہے اور کہتی ہے ان صفاتِ الٰہیہ کو جو تمہارے سامنے سورۃ فاتحہ نے بیان کی ہیں سمجھنے کی کوشش کرو تو خدا کی تمام صفات تک یہ تمہاری رہنمائی کریں گی اور ان میں پہلی صفت ہے ربوبیت کی صفت اور پھر رحمانیت آتی ہے پھر رحیمیت آتی ہے پھر مَالِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ کی صفت ہے اور ان چاروں صفات سے سورۃ فاتحہ ہمیں مطلع کرتے ہوئے ان سے تعلق باندھنے کی ہدایت دیتی ہے۔ اِیَّاکَ نَعْبُدُ کا یہ مطلب ہے کہ اے خدا اے وہ ذات جس سے ہم عاجزانہ طور پر مخاطب ہیں ہم جو تجھ سے مانگ رہے ہیں وہ دراصل ہم تجھ سے تجھے ہی مانگ رہے ہیں۔ اِیَّاکَ نَعْبُدُ کا بالکل یہ مطلب ہے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام یہی عرض کرتے ہیں کہ اے خدا میں تجھ سے تجھے مانگتا ہوں اس کے سوا اور کوئی دُعا مجھے یاد نہیں۔ یہ دُعا سورۃ فاتحہ نے ہی ہمیں سکھائی ہے اور اسی کی تفسیر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے فارسی کلام میں بیان فرمائی۔

اِیَّاکَ نَعْبُدُ کا سورۃ کے اوّل و آخر سے گہرا ربط

جیسا کہ میں بیان کر رہا ہوں ایک آنکھ سورۃ فاتحہ کی اِیَّاکَ نَعْبُدُ کی شکل میں ربوبیت اور رحمانیت اور رحیمیت اور مالکیت کی طرف کھل رہی ہے اور آپ کو بھی ان صفات کے جلوے دکھا رہی ہے اور ایک دوسری آنکھ ہے جو آنے والی آیات کی طرف کھلتی ہے اور وہ صراطِ مستقیم کے حالات بیان کرتی ہے اور صراطِ مستقیم پر چلنے والوں کے نمونے آپ کے سامنے لا کھڑا کرتی ہے جیسا کہ فرمایا

صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ

یعنی یہ دوسری آنکھ ان حالات سے مطلع کرتی ہے اور بتاتی ہے کہ تم نے جو عہد باندھا ہے صفاتِ باری تعالیٰ سے اور جس رسّی کے ذریعے اس تعلق کو قائم کیا ہے سو تمہیں یہ امر معلوم ہونا چاہئے کہ کچھ ایسے لوگ ہیں جنہوں نے اس تعلق کو نبھایا اور فیض پر فیض پاتے رہے اور ہمیشہ کی کامیابیاں ان کے مقدر میں لکھی گئیں وہ اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ لوگ ہیں یعنی وہ لوگ ہیں جن کا اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ کے تابع ذکر ہے۔ ان کے حالات پر غور کرو اور ان سے استفادہ کرو۔ کس طرح یہ لوگ اس دُعا کے ذریعے اس عہد کے ذریعے جو عہدِ عبادت ہے اپنے رب سے ایک گہرا اور دائمی اور ہمیشہ بڑھنے والا تعلق باندھ کر ہمیشہ کی زندگی پا گئے اور پھر یہ دوسری آنکھ ان کے حالات سے آپ کو متنبہ کرتی ہے جو زندگی سے کاٹے گئے۔ پھر اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ کی دُعا سارے مشکل مضمون آسان کر دیتی ہے یہ وہ دُعا ہے جو اِیَّاکَ نَعْبُدُ کی ذمہ داریوں کو روشن کرنے کے بعد سکھائی گئی۔ کتنا مشکل مضمون ہے جو اِیَّاکَ نَعْبُدُ میں بیان فرمایا گیا اور کتنا آسان کر دیا گیا جب یہ فرما دیا کہ اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ اے خدا اتنے مشکل کام ہم کیسے کر سکیں گے۔ اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ اب ہم اگلا عہد یہ کرتے ہیں کہ ہم تجھ سے ہی مانگتے ہیں تو ہی مدد فرما دے اور ان مشکلات کو ہمارے لئے آسان فرما دے۔ خود توفیق دے، ہاتھ پکڑ کر چلا، بھٹکنے نہ دے، غضب کی نظر سے ہمیں نہ دیکھ، ہمیں ضَآلِّیْنَ میں شامل نہ ہونے دے۔ ہمیشہ اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ کے گروہ کے ساتھ ہمیں

چلنے کی توفیق عطا فرما۔ یہ دُعا اِیَّاکَ نَعۡبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ کے اندر شامل فرمادی اور جو عظیم پہاڑ تھے مشکلات اور فرائض کے ان کا سفر کتنا آسان کر دیا۔ اب جو شخص اس دُعا سے فائدہ اٹھائے بغیر نکل جاتا ہے، اسے پڑھنے کے باوجود خدا سے ایک نیا تعلق پیدا نہیں کرتا اور اپنے ٹوٹتے چلے جانے والے تعلقات کو بار بار باندھتا نہیں اس سے زیادہ بدنصیب کون ہو سکتا ہے۔ رسّی کا ایک کام تو یہ ہے کہ ایک سرا اس کا ایک چیز سے وابستہ ہوتا ہے دوسرا سرا دوسری چیز سے وابستہ ہوتا ہے اور وہ رسّی ان دونوں کے درمیان ایک تعلق قائم کر دیتی ہے اسی لئے حبل اللہ فرمایا گیا۔ اور رسّی کا ایک کام یہ ہے کہ ٹوٹتی ہوئی چیزوں کو باہم باندھتی چلی جاتی ہے۔ ان معنوں میں بھی اِیَّاکَ نَعۡبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ کی دُعا اللہ کی رسّی ہے۔ کیونکہ کوئی شخص پانچ نمازوں میں حاضر ہونے کے باوجود اپنے عہدِ عبادت پر قائم نہیں رہ سکتا۔ چاہتا بھی ہو تو بشری کمزوریاں اس کی راہ میں حائل ہو جاتی ہیں۔ کچھ غلطیاں یہاں سرزد ہوئیں کچھ وہاں سرزد ہوئیں، کچھ جان بوجھ کر ہوئیں، کچھ غفلت کی حالت میں سرزد ہوئیں۔ گھر میں کوئی گفتگو ہوئی غصہ آ گیا، اپنے میں برداشت نہیں، بیوی سے زیادتی ہو گئی، بچوں سے زیادتی ہو گئی، دوستوں کی مجلس میں ان سے زیادتی ہو گئی، بہکتے بہکتے ایسی باتیں شروع کر دیں جن کے نتیجے میں بعد میں پشیمانی ہوئی۔ یہ ساری باتیں اور اس قسم کی بے شمار باتیں ہیں جو روزمرّہ انسان کے ساتھ وابستہ ہوتی ہیں، اس سے تعلق رکھتی ہیں زندگی کا حصّہ ہوتی ہیں ان سے بچتے ہوئے کوئی نکل نہیں سکتا۔ تو سورۃ فاتحہ کی یہ دُعا ہر روز ان ٹوٹے ہوئے رشتوں کو جوڑنے کا کام بھی دیتی ہے۔ جب بھی انسان گناہوں میں مبتلا ہوتا ہے، جب بھی اس سے کمزوریاں سرزد ہوتی ہیں تو اس کے کچھ رشتے ٹوٹتے ہیں۔ خدا کے پاک بندوں کے ساتھ رشتے بھی ٹوٹتے ہیں اور خدا کے پاک بندوں کے مالک کے ساتھ بھی ٹوٹتے ہیں اور ہر روز اِیَّاکَ نَعۡبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ کی رسّی ان رشتوں کو دوبارہ باندھتی ہے اور انہیں مضبوطی سے دوبارہ اپنے اصل حال پر قائم کرتی ہے۔ بے شمار مرتبہ انسان کی زندگی میں یہ واقعہ ہوتا چلا جا رہا ہے۔ جب وہ کہتا ہے اِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ تو اس کے ساتھ ہی انسان کا دل، انسان کا ضمیر (اگر وہ سوچنے والا ہو اور ہوش کی آنکھیں رکھتا ہو) اس کو یاد کرائے گا اور وہ سوچے گا کہ میں نے کہا تو تھا اِیَّاکَ نَعۡبُدُ عہد تو کیا تھا اِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ مگر میں عبادت کا حق پوری طرح ادا نہ کر سکا۔ گذشتہ عرصے میں میں نے نہ صرف خدا سے مانگا بلکہ اوروں کی طرف بھی ہاتھ پھیلائے، عورتوں کی طرف بھی حرص و ہوا کی نظر سے دیکھا، اوروں کے ساتھ بھی رشتے باندھے، تو یہ خیال اس کو بے چین کرے گا، اس کے اندر ایک پشیمانی پیدا کرے گا۔ اور پھر وہ اِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ کا ہی سہارا لے گا اور کہے گا اے خدا میں کمزور ہوں مجھ سے غلطیاں ہوتی ہیں، اس لئے بار بار تجھ سے ہی مدد چاہتا ہوں تیری مدد نہیں ملے گی تو میں تیری عبادت کا حق ادا نہیں کر سکوں گا۔

زندگی کے ہر پہلو کا افتتاح کرنے والی سورۃ

پس سورۃ فاتحہ صرف قرآن کریم کا افتتاح ہی نہیں بلکہ انسانی زندگی کے ہر پہلو کا بھی افتتاح کرتی ہے۔ اور ایسا افتتاح کرتی ہے کہ اختتام تک پھر ساتھ نہیں چھوڑتی۔ چنانچہ قرآن کریم نے سورۃ فاتحہ کو امّ الکتاب کہہ کر یہ مضمون بیان فرما دیا۔ انسان بوڑھا بھی ہو جائے، موت کے کنارے تک بھی پہنچ جائے وہ فیض جو اس نے ماں سے پائے تھے ان سے الگ کبھی نہیں ہو سکتا۔ وہ فیوض ہمیشہ اس سے وفا کرتے ہیں اور موت تک اس کے وجود کا حصّہ بنے رہتے ہیں۔ اسی طرح سورۃ فاتحہ انسان کے ساتھ وفا کرتی ہے کیونکہ قرآن کریم کے آخر تک اس کا مضمون مسلسل چلا جاتا ہے۔ اور پھر یہ ہر انسان کی زندگی کا افتتاح کرنے کے بعد اس کا ہاتھ پکڑتی ہے اور ان راہوں پر آگے چلاتی ہے جو اَنۡعَمۡتَ عَلَیۡہِمۡ کی راہیں ہیں۔ اور ساتھ ہی مغضوبِ علیہم کی راہوں سے متنبہ کرتی چلی جاتی ہے ان سے بچنے کے لئے ہدایتیں بھی دیتی ہے، طاقت بھی عطا کرتی ہے، لڑکھڑاتے ہوؤں کے ہاتھ بھی پکڑتی ہے۔ پس ان معنوں میں سورۃ فاتحہ ایک بڑی وفادار سورۃ ہے جو ساری زندگی انسان سے وفا کرتی ہے مگر یہ وفا انہی سے کرتی ہے جو اس سے وفا کریں جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے صرف آنکھیں کھولنے کی ضرورت ہے، اس میں کوئی مشکل مرحلہ نہیں ہے۔ جب آغاز ہی اس بات سے ہوا ہے کہ مجھے اٹھا لو، مجھے ساتھ لے کر چلو، میری مدد کرو تو مشکل کس بات کی ہے۔ کہتے ہیں کسی باپ نے بچّے سے کہا فاصلہ تھوڑا سا رہ گیا ہے بس کے پیسے بچاتے ہیں اور پیدل چلتے ہیں تو بچّے نے کہا مجھے تو کوئی اعتراض نہیں مگر مجھے گود میں اٹھا کے چلیں۔ بالکل وہی بات ہم خدا سے روز کہتے ہیں اے خدا ہم عہد کرتے ہیں کہ ہم عبادت تیری ہی کریں گے مگر تیری ذات کی قسم ہمیں اٹھا کے چلنا، ہم اپنے قدموں پر نہیں چل سکتے۔ انسان کو کیا مشکل درپیش ہو سکتی ہے کہ وہ یہ دعا دل کی گہری کیفیت کے ساتھ نہ مانگ سکے۔ سوائے بدنصیبی کے اس کا اور کوئی سبب نہیں۔

ساری دُنیا کے نصیب جگانے والے بیدار بخت

پس دنیا کا کوئی احمدی بدنصیب نہیں ہونا چاہیئے اس کے تو خدا نے اونچے نصیب بنائے ہیں، اس کے مقدر روشن فرمائے ہیں، اس کو اس لئے پیدا کیا گیا ہے کہ وہ دنیا کے مقدر روشن کر دے اور دنیا کے سوئے ہوئے نصیب جگا دے۔ پس آپ تو اپنے ہی نہیں بلکہ ساری دنیا کے نصیب جگانے کے لئے پیدا کئے گئے ہیں۔ اپنے دلوں اور سینوں کو روشن کرنے کے لئے ہی نہیں بلکہ آپ تو ساری کائنات میں ہر انسان کے سینہ کو روشن کرنے کے لئے پیدا کئے گئے ہیں۔

آپ کے نور سے آج کے زمانے کی تاریکیوں نے کافور ہونا ہے۔ آپ کے نور سے آنے والی تمام صدی نے نور پانا ہے آپ اس صدی کے سر پر کھڑے کر دیئے گئے ہیں اور اس صدی کے امام بنا دیئے گئے ہیں۔ سوچیں اور اپنے مقام اور اپنی حیثیت کو پہچانیں جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے سورۃ فاتحہ ہی ہے جس میں آپ کی زندگی کی چابی اور اس سارے زمانے کی زندگی کی چابی ہے اسی سے سب عقدے کھلیں گے۔ پس نماز میں بہت محنت، خلوص اور محبت کے ساتھ سورۃ فاتحہ کے مضامین پر غور کرتے ہوئے اس میں سے گزرا کریں اور جب اِیَّاکَ نَعۡبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ پر پہنچیں تو یہ آیت تو ایسی ہے کہ آپ کے قدم پکڑے جانے چاہئیں۔ آپ کو باطنی طور پر سربسجود ہونا چاہیئے۔ بہت سے نظارے میں نے ایسے دیکھے ہیں جو بہت اچھے لگتے ہیں لیکن ان نظاروں میں سے بعض ایسے حسین نظارے مزید اٹھ کھڑے ہوتے ہیں جو قدم روک لیتے ہیں آگے چلا نہیں جاتا،

باقی ص ۱۰ پر

ایمان افروز داستانِ اسیری

چوہدری محمد شریف، BRUCHSAL

مورخہ ۱۶؍جولائی ۱۹۸۹ء کو جماعت احمدیہ چک سکندر ضلع گجرات کے ساتھ ایک ایسا دردناک واقعہ پیش آیا جو تاریخ احمدیت میں بڑی اہمیت کا حامل ہے جس میں ۲ نوجوان احمدی اور ایک ۱۰ سالہ احمدی بچّی نے جامِ شہادت نوش کیا اور ۱۰۰ احمدی گھروں کو جن کی مالیت کروڑوں روپے تھی لوٹا گیا اور بڑی بے دردی سے تباہ و برباد کیا گیا۔ یہاں تک کہ صوبائی ضلعی و مقامی انتظامیہ کی مدد کے ساتھ نام نہاد مولوی محمد امیر اور دوسرے شرپسند عناصر نے احمدیوں کو گاؤں چھوڑنے پر مجبور کیا۔ یہ ایک ایسا واقعہ تھا جو ہر احمدی اور خوفِ خدا رکھنے والے انسان کے لئے ناقابلِ برداشت تھا۔

خاکسار جماعت احمدیہ مرالہ تحصیل پھالیہ ضلع گجرات کا صدر تھا۔ جہاں تک ناچیز کے بس میں تھا اپنے مظلوم بھائیوں کی ہر قسم کی مالی، اخلاقی اور قانونی مدد کی اور اپنا پورا تن من دھن چک سکندر کے مظلوم بھائیوں کے لئے وقف کر دیا۔ اس واقع کے بعد دشمنانِ احمدیت کے حوصلے اتنے بڑھ گئے تھے کہ اگر کوئی چک سکندر کا احمدی کہیں سے چھپتا ہوا کھاریاں یا اور جگہ ملتا تو اس کی مار پٹائی کی جاتی اور پکڑ کر تھانہ دے دیا جاتا۔ تھانہ پر ان کا اتنا دباؤ تھا کہ اس کے خلاف پرچہ درج کر کے جیل بھجوا دیا جاتا اور چک سکندر کے واقعہ کے بعد ضلع بھر میں احمدیوں کے خلاف ایک پروگرام بنایا گیا۔ ہم نے اپنے دفاع کے لئے ضلع بھر کے احمدی وکلاء اور امراء کو اکٹھا کر کے یہ پروگرام بنایا کہ ہم صوبائی و ضلعی انتظامیہ کے ساتھ ملاقاتیں کریں اور حکومت پر واقعہ چک سکندر اور آئندہ ہونے والی کارروائیوں کا معاملہ واضح کریں۔ علاوہ ازیں پولیس اور مخالف فریق دونوں کے خلاف ہائی کورٹ میں رٹ کریں نیز ان مظالم اور آئندہ کارروائیوں کو روکنے اور بے گھر احمدی خاندانوں کی دوبارہ آبادکاری کے لئے متعلقہ افسران آئی جی، ڈی آئی جی، ایس پی، ڈی ایس پی اور ڈی سی سے وفد کی صورت میں ملا جائے۔ کیونکہ مخالف گروپ کے تمام افراد آزادانہ پھر رہے تھے۔ اس سلسلہ میں ہمارے وفود نے انتظامیہ کے بعض افسران سے ملاقاتیں کیں اور ان کے سامنے پوری صورتِ حال تفصیلاً واضح کی جس کا کسی نہ کسی حد تک اثر ضرور ہوا اور انتظامیہ کو بھی کچھ فکر ہوا۔ اور مخالف گروپ کو مزید کارروائیوں سے باز رکھنے کے لئے بعض اقدامات کئے۔ انتظامیہ میں بعض ذمہ دار افسران سے پتہ چلا کہ اس واقعہ میں سب سے زیادہ ڈی سی (D.C) شامل ہے اور وہ شرپسندوں کی پوری پشت پناہی کر رہا ہے۔ چنانچہ ہم ۱۲، ۱۴ افراد D.C سے ملے۔ ان میں ۴ وکلاء بھی تھے۔ جب وفد نے D.C سے بات کی تو D.C نے ہماری بات کو کوئی حیثیت نہ دی اور سانحہ چک سکندر کو ایک معمولی سا واقعہ سمجھا اور اس نے یہ تاثر دیا کہ ہماری اس سے ملاقات و دیگر کوششیں فضول ہیں۔ کیونکہ D.C کو زیر دفعہ پبلک آرڈیننس ۱۹۶۰ء یہ اختیار ہوتا ہے کہ وہ سیاسی، مذہبی جماعتوں کے لیڈروں کو امن عامہ میں خدشہ کے پیشِ نظر بغیر F.I.R کے ۹۰ دن تک گرفتار کر سکتا ہے۔ اس قانون کے تحت D.C نے مجھے تین ماہ کی سزا دی اور گرفتار کر لیا اور لکھا کہ یہ امن عامہ کے خلل کا باعث بنا ہے چک سکندر کے احمدیوں کی مدد کرتا ہے۔ ان کو تحصیل سے باہر پھیلاتا ہے۔ چنانچہ مجھے ۵؍دسمبر ۱۹۸۹ء کو گرفتار کیا گیا اور ۶؍دسمبر ۱۹۸۹ء کو جیل میں بند کیا گیا۔

جیل کے چند واقعات پیشِ خدمت ہیں جن سے میری زندگی میں ایک عظیم تبدیلی پیدا ہوئی جو میرے ایمان کی مضبوطی اور یقین کامل کا موجب بنی جو نظارے میں نے دیکھے میری خواہش ہے کہ دوسرے لوگوں تک پہنچائے جائیں۔

D.C گجرات نے جیل کی انتظامیہ کو ہدایت کی کہ اس پر زیادہ سے زیادہ سختی کی جائے۔ چنانچہ خاکسار کو جیل کے اندر جیل جو بڑے خطرناک مجرموں کے لئے ہوتی ہے اس میں ڈال دیا گیا جہاں کہ باہر سے کوئی چیز نہیں آسکتی ہے اور بہت جسمانی اذیت بھی دی جاتی ہے۔ جب مجھے وہاں بند کیا گیا جتنی زیادہ سختیاں ہوتیں اتنے ہی اللہ تعالیٰ کے فضل بارش کی طرح ہوتے اور درد کے ساتھ دعاؤں اور تہجد کا موقع ملتا جیسا کہ اللہ تعالیٰ روحانی جماعتوں سے ایک خاص سلوک کرتا ہے اور ان کی دعاؤں کو سنتا ہے اور یقین دہانی کرواتا ہے میرے ساتھ بھی ایسا ہی ہوا جس نے میرے یقین اور حالت کو بدل دیا۔ چونکہ میں گجرات جیل کے بلاک نمبر ۱۶ میں تھا جو خطرناک مجرموں کے لئے خاص بلاک ہے وہاں زیادہ جرائم پیشہ لوگ ہوتے ہیں۔ میں ان کو نماز، روزہ، خوفِ خدا اور اطاعتِ رسول کی تلقین کرتا۔ میری ایک خواب کا ذکر حضور ایدہ اللہ نے جلسہ سالانہ لندن کی افتتاحی تقریر میں کر دیا ہے۔ اس خواب کے ذریعہ ایک آدمی کو احمدیت میں داخل ہونے کا شرف حاصل ہوا۔ خواب یہ ہے۔

ایک آدمی جس کا نام عبدالرزاق جو ڈنگہ شہر ضلع گجرات کا ہے، بڑے دنیاوی مقام اور اچھی شہرت کا مالک ہے۔ اس کو سیاسی طور پر نظر بند کیا گیا اور اس کو میری بیرک میں ڈالا گیا۔ میں نے اس کو تبلیغ کرنی شروع کی۔ نماز پڑھنے کی تلقین کرتا۔ ۲۰-۲۲ دن سے نہ اس کی کسی نے خبر لی نہ اس کو کوئی گھر کی خبر ملی۔ ایک دن میرے بار بار کہنے پر کہ نماز پڑھو اور دعائیں کرو۔ اس نے کہا کہ میں اتنا پریشان ہوں کہ نماز پڑھنے کی ہمت نہیں رکھتا۔ مجھے ڈر ہے کہ میری اس فکر کی وجہ سے موت نہ ہو جائے اور تو نماز کی تاکید کرتا ہے ساتھ ہی اس نے تنقید کی اور طنزیہ کہا کہ اپنے لئے آپ دعا کرتے ہیں نماز پڑھتے ہیں اور خوابیں سناتے ہیں۔ میرے واسطے کوئی دعا نہیں کوئی خواب نہیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے مصیبت سے نجات دلائے اور بچوں کی کوئی خبر ملے۔ میں نے اس کو کہا کہ خواب تو خدا کی طرف سے اس کی رضا کے ساتھ ہوتی ہے اس میں خواہش یا ارادہ کا کوئی دخل نہیں۔ اگلی رات میں نے خواب دیکھا کہ شاہ تاج شوگر مل منڈی بہاؤالدین کا گراؤنڈ ہے یا اس قسم کی جگہ ہے ایک آدمی میرے کندھے کے ساتھ کندھا لگا کر چل رہا ہے مجھے تشویش ہوتی ہے کہ میں اس

کو جانتا نہیں اور وہ میرے ساتھ چل رہا ہے اسی تشویش میں ایک تیسرا آدمی غالباً سامنے یا پیچھے سے آتا ہے اُس نے کہا کہ فکر نہ کرو اس کا نام بشیر ہے اس کا قد چھوٹا ہے۔ جب میں اُس سے بات کرتا ہوں تو مجھے جھکنا پڑتا ہے تو ساتھ ہی وہ خواب کی تعبیر بھی بتاتا ہے کہ بشیر کے معنی بشارت ہیں اور چھوٹے قد سے مراد اللہ تعالیٰ چھوٹی بشارت دے گا۔ مجھے اُس وقت چھوٹی بشارت کی کوئی سمجھ نہ آئی۔ میری ایک رِٹ لاہور ہائی کورٹ میں تھی مجھے اس کا انتظار تھا اگر اس کا فیصلہ میرے حق میں ہوا تو وہ چھوٹی بشارت نہ تھی میں نے بہت سوچا کہ رات کو رزاق نے بات کی تھی ہو سکتا ہے اس کے متعلق ہو۔ میں نے صبح اس کو اٹھایا اور بتایا کہ نماز پڑھو۔ مجھے ایک خواب آئی ہے سناتا ہوں۔ اس نے کہا پہلے خواب سناؤ پھر میں نماز پڑھتا ہوں۔ میں نے خواب سنائی اُسے یقین ہو گیا کہ میری طرف ہی اشارہ ہے۔ اس خواب کے دوسرے تیسرے دن جیل کا ملازم اندر آیا۔ اس نے رزاق نام پکارا۔ میں نے اس کو بلایا کہ رزاق میرے پاس ہے بتاؤ کیا بات ہے۔ اُس نے بتایا کہ باہر رزاق کا بھائی ہے اس نے بتایا ہے کہ کل رزاق کی لاہور تاریخ تھی اور لاہور ہائی کورٹ نے فیصلہ رزاق کی نظربندی کے خلاف دیا ہے۔ شاید کل کاغذ آجائیں اور رزاق کو رہا کر دیا جائے گا۔ میں نے رزاق سے اس کو بات کرتے ہوئے ٹوک کر پوچھا کہ تمہارا نام کیا ہے تو اس نے بتایا کہ میرا نام بشیر ہے اور پھر دوسری تصدیق یہ ہوئی کہ وہ جیل کے ملازمین میں قد کے لحاظ سے سب سے چھوٹا تھا۔ رزاق کے کاغذات پہنچنے میں چند دن کی تاخیر ہو گئی اور مجھ کو خوب تبلیغ کا موقع ملا۔ اس خواب سے ہی اُس پر کافی اثر ہو چکا تھا چنانچہ اُس نے واشگاف الفاظ میں مجھے کہا کہ میں احمدی ہوں اور میری طرف سے حضور کو لکھیں کہ میری بیعت قبول کریں۔ میری رہائی کے بعد اس نے مجھے بہت تحائف دیئے اور مجھے اور امیر ضلع صاحب کو بلوا کر اس نے احمدی ہونے کا اعلان کیا۔ یہ شہر میں بڑی باوقار شخصیت ہے۔

چونکہ خاکسار کے جیل آنے سے پہلے چک سکندر کے احمدی گرفتار ہو کر جیل میں آچکے تھے وہاں بھی مولویوں نے بڑا تعصب پھیلایا ایک دو دفعہ مولوی جیل میں آگئے لوگوں کو بھڑکایا اور دو دفعہ جیل انتظامیہ کو احمدیوں کی جگہ تبدیل کرنی پڑی۔ جیل میں پانی کا مسئلہ تھا میں نے جیل کے متعلقہ افسر سے بات کی تو اُس نے کہا کہ ہمارے پاس کوئی فنڈ یا رقم نہیں جس سے نلکے کا بندوبست کریں دن کو ہم آپ کو پانی مہیا کرتے ہیں مگر رات کو نہیں کر سکتے۔ آپ اپنے خرچ پر نلکا لگوا سکتے ہیں۔ چنانچہ میں نے افسر سے کہا کہ آپ نلکا لگوانے کا بندوبست کریں میں رقم دیتا ہوں۔ چنانچہ جو نلکا پر خرچ آیا وہ میں نے دیا۔ لوگ آپس میں ایک دوسرے سے پوچھ گچھ کرتے کہ نلکا کس نے لگوایا ہے۔ جب ان کو میرا پتہ چلا تو اس کا بھی بڑا اثر ہوا۔ اس وجہ سے جماعت اور افراد کی بہت عزت ہوئی اور ساتھ ساتھ تبلیغ کا سلسلہ چل نکلا۔ دعوۃ الامیر کی دو کاپیاں ۲ نوجوانوں کو دیں جو پڑھے لکھے تھے B.A اور F.A تھے۔ خاکسار کی رہائی پر جیل کے قیدیوں نے مطالبہ کیا کہ ہم اس سے ملاقات کرنا چاہتے ہیں چنانچہ قیدیوں کے احتجاج پر ۱½ گھنٹے تک مجھ سے ملاقات کا وقت انتظامیہ نے دیا۔

بقیہ صفحہ ۸ سے

نظروں کو تھام لیتے ہیں اور نظریں ان کے قدموں میں پڑ جاتی ہیں سورۃ فاتحہ کی یہ آیت ویسی ہی کیفیت اپنے اندر رکھتی ہے۔ جب ہم یہاں پہنچتے ہیں تو رُک کے بغیر آگے گزرا نہیں جاتا۔ اسی طرح اس مضمون کو پڑھا کریں اور اس مضمون میں ڈوب کر اس سے فیض اٹھایا کریں۔

پہلے اپنے مقدر کو روشن کریں

میں جب یہ کہتا ہوں اس میں ایک ذرہ بھر بھی مبالغہ نہیں، محض فصاحت و بلاغت کے لئے اور تقریر کو حُسن بخشنے کے لئے یہ باتیں نہیں کہتا، خدا کی قسم میں یقین رکھتا ہوں میرا کامل ایمان ہے آپ ہی ہیں جن کے ذریعے دنیا کے اندھیروں کو روشنیوں میں تبدیل کیا جائے گا۔ آپ ہی ہیں جنہوں نے سارے زمانے کے مقدر کو روشن کرنا ہے آنیوالی نسلوں کے مقدر کو روشن کرنا ہے لیکن پہلے اپنے مقدر کو تو روشن کریں۔ اس کے بغیر آپ یہ کام نہیں کر سکیں گے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اور مجھے اور سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔ خدا کرے کہ ایسا ہو کہ آئندہ ایک صدی نہیں بلکہ آنے والی سینکڑوں صدیاں ہمارے نور سے فیض اٹھاتی رہیں۔ اور ہمیں دعائیں دیتی رہیں اور ان کی دعاؤں کا فیض ہمیں پہنچتا رہے۔ خدا کرے کہ ایسا ہی ہو۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مُبشّر اولاد!

پہلی بیوی حُرمت بی بی صاحبہ کے بطن سے

۱۔ صاحبزادہ مرزا سُلطان احمد (۱۸۵۶ء تا ۱۹۳۱ء)
۲۔ صاحبزادہ مرزا فضل احمد (۱۸۶۰ء تا ۱۹۰۴ء)

حضرت سیّدہ نُصرت جہاں بیگم صاحبہ کے بطن سے (مُبشّر اولاد)

۱۔ صاحبزادی عصمت (مئی ۱۸۸۶ء تا جولائی ۱۸۹۱ء)
۲۔ بشیر اوّل (۷ر اگست ۱۸۸۷ء تا ۴ر نومبر ۱۸۸۸ء)
۳۔ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی رضؓ۔
(۱۲ر جنوری ۱۸۸۹ء تا ۸/۷ نومبر ۱۹۶۵ء)
۴۔ صاحبزادی شوکت (۱۸۹۱ء تا ۱۸۹۲ء)
۵۔ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد ایم۔ اے رضؓ (۲۰ر اپریل ۱۸۹۳ء تا ۲ر ستمبر ۱۹۶۳ء)
۶۔ حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد رضؓ (۲۴ر مئی ۱۸۹۵ء تا ۲۶ر دسمبر ۱۹۶۱ء)
۷۔ حضرت نواب مبارکہ بیگم رضؓ (۲ر مارچ ۱۸۹۷ء تا ۲۴/۲۳ مئی ۱۹۷۷ء)
۸۔ حضرت صاحبزادہ مرزا مبارک احمد (۱۴ر جون ۱۸۹۹ء تا ۱۶ر ستمبر ۱۹۰۷ء)
۹۔ صاحبزادی امۃ النصیر (۲۸ر جنوری ۱۹۰۳ء تا ۳ر دسمبر ۱۹۰۳ء)
۱۰۔ حضرت صاحبزادی امۃ الحفیظ بیگم رضؓ (۲۵ر جون ۱۹۰۴ء تا ۱۹۸۷ء)

عید مبارک

دعوتِ اِلی اللہ کے گُر

جب حُسنِ خُلق کے ذریعے دِل جیتے گئے

مرسلہ: مکرم عبدالسمیع خان صاحب

غزوہ بدر میں ستر کے قریب کفار کو قیدی بنایا گیا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان قیدیوں کو اپنے صحابہؓ میں تقسیم کیا اور فرمایا "ان قیدیوں سے حسن سلوک کرنا" صحابہؓ اس حکم کی وجہ سے قیدیوں کا بہت خیال رکھتے تھے۔ ایک قیدی ابوعزیز بن عمیر (جو مصعب بن عمیرؓ کے بھائی تھے) بیان کرتے ہیں کہ انصار صبح اور شام مجھے تو روٹی دیتے تھے مگر خود خوراک کی کمی کی وجہ سے صرف کھجوروں پر گزارہ کرتے تھے۔ کسی کے ہاتھ میں روٹی کا کوئی ایسا ٹکڑا نہیں آیا جو اس نے مجھے نہ دیا ہو۔ مجھے شرم آتی اور میں اسے واپس کرتا مگر وہ اسے چھوئے بغیر پھر مجھے لوٹا دیتا۔ (سیرۃ ابن ہشام جلد 2 ص 299)

اس حسن سلوک نے سعید روحوں کو فتح کر لیا۔ اور ابوعزیز سمیت بہت سے قیدی اسلام کی آغوش میں آگئے۔ کئی تو فوری طور پر ایمان لے آئے اور کچھ دیر کے بعد مگر بالآخر سچے دین کو پہچان لیا۔ اس کا ذکر کرتے ہوئے مشہور انگریز مورخ مستشرق سرولیم میور (1819-1905) لکھتے ہیں۔

"محمد کی ہدایت کے ماتحت انصار اور مہاجرین نے کفار کے قیدیوں کے ساتھ بڑی محبت اور مہربانی کا سلوک کیا۔ چنانچہ بعض قیدیوں کی اپنی شہادتیں تاریخ میں ان الفاظ میں مذکور ہیں کہ خدا بھلا کرے مدینہ والوں کا کہ وہ ہمیں سوار کرتے تھے اور خود پیدل چلتے تھے۔ ہمیں گندم کی پکی ہوئی روٹی دیتے تھے اور خود صرف کھجوریں کھا کر پڑ رہتے تھے۔ اس لئے ہمیں یہ معلوم کر کے تعجب نہیں کرنا چاہیے کہ بعض قیدی اس نیک سلوک کے اثر کے نیچے مسلمان ہو گئے اور ایسے لوگوں کو فوراً آزاد کر دیا گیا...... جو قیدی اسلام نہیں لائے ان پر بھی اس نیک سلوک کا اچھا اثر تھا۔" (بحوالہ سیرت خاتم النبیین جلد 2 صفحہ 155)

قیدیوں میں سے سہیل بن عمرو قریش کے سرداروں اور خطباء میں شمار ہوتے تھے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف فصیح و بلیغ تقریریں کرتے تھے۔ حضرت عمرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہؐ مجھے اجازت دیں کہ میں اس کے سامنے کے اوپر اور نیچے کے دو دو دانت توڑ دوں تاکہ یہ آپ کے خلاف تقریر نہ کر سکیں مگر حضورؐ نے اس کی اجازت نہ دی اور فرمایا ممکن ہے کہ ان کو ایسا مقام عطا ہو کہ تم ان کی تعریف کرنے لگو سہیل فدیہ دے کر چھوٹ گئے اور فتح مکہ کے موقع پر اسلام لائے۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات ہوئی تو اہل عرب کا ارتداد دیکھ کر کئی قریش بھی پھسلنے لگے تب سہیلؓ نے ایک زبردست تقریر کی اور کہا کہ اے قریش تم اسلام لانے میں سب سے آخر پر تھے ارتداد میں پہل نہ کرو۔ یہ دین لازماً غالب آئے گا۔ اس تقریر نے قریش کو اسلام پر ثابت قدم کر دیا اور حضورؐ کی پیشگوئی پوری ہوئی۔ حضرت سہیلؓ حضرت عمرؓ کے دور میں جہاد فی سبیل اللہ میں شہید ہوئے اور ابدی زندگی پائی۔ (اسد الغابہ جلد 2 صفحہ 371)

قیدیوں میں ابوعزہ بن عبداللہ بھی تھا جو بہت محتاج اور عیالدار تھا اس نے حضورؐ سے عرض کیں میرے پاس فدیہ دینے کیلئے کچھ نہیں آپ مجھ پر احسان فرمائیں۔ حضورؐ نے اسے فدیہ کے بغیر اس اقرار پر رہا کر دیا کہ وہ آپؐ کے خلاف کسی

باقی صفحہ 13 پر

حضرت مسیح موعود علیہ السلام
(کی)
گراں قدر تصنیفات

نمبر شمار	نام کتاب	سن اشاعت
۱	ایک عیسائی کے تین سوالوں کا جواب	۱۸۷۶
۲	پرانی تحریریں	۱۸۷۹
۳	براہین احمدیہ حصہ اول	۱۸۸۰
۴	" " حصہ دوم	۱۸۸۰
۵	" " حصہ سوم	۱۸۸۲
۶	" " حصہ چہارم	۱۸۸۴
۷	سرمہ چشم آریہ	مارچ ۱۸۸۶
۸	شحنۂ حق	۱۸۸۷
۹	سبز اشتہار	دسمبر ۱۸۸۸
۱۰	فتح اسلام	۱۸۹۰
۱۱	توضیح مرام	۱۸۹۰
۱۲	ازالۂ اوہام حصہ اول	۱۸۹۱
۱۳	" " حصہ دوم	۱۸۹۱
۱۴	الحق مباحثہ لدھیانہ	جولائی ۱۸۹۱
۱۵	الحق مباحثہ دہلی	اکتوبر ۱۸۹۱
۱۶	آسمانی فیصلہ	دسمبر ۱۸۹۱
۱۷	نشان آسمانی	مئی ۱۸۹۲
۱۸	آئینہ کمالات اسلام	۹۳-۱۸۹۲
۱۹	برکات الدعا	اپریل ۱۸۹۳
۲۰	سچائی کا اظہار	مئی ۱۸۹۳
۲۱	حجۃ الاسلام	مئی ۱۸۹۳
۲۲	جنگ مقدس	مئی ۱۸۹۳
۲۳	شہادت القرآن	۱۸۹۳
۲۴	تحفۂ بغداد	جولائی ۱۸۹۳
۲۵	کرامات الصادقین	۱۸۹۳
۲۶	حمامۃ البشریٰ	۱۸۹۴
۲۷	نور الحق حصہ اول	فروری ۱۸۹۴
۲۸	" " حصہ دوم	مئی ۱۸۹۴
۲۹	اتمام الحجۃ	جون ۱۸۹۴
۳۰	سر الخلافۃ	جولائی ۱۸۹۴
۳۱	انوار الاسلام	ستمبر ۱۸۹۴
۳۲	منن الرحمٰن	مئی ۱۸۹۵
۳۳	ضیاء الحق	مئی ۱۸۹۵
۳۴	نور القرآن حصہ اول	جون ۱۸۹۵
۳۵	" " حصہ دوم	دسمبر ۱۸۹۵
۳۶	معیار المذاہب	۱۸۹۵
۳۷	آریہ دھرم	نومبر ۱۸۹۵
۳۸	ست بچن	نومبر ۱۸۹۵
۳۹	اسلامی اصول کی فلاسفی	دسمبر ۱۸۹۶
۴۰	انجام آتھم (رسائل اربعہ)	۱۸۹۶
۴۱	سراج منیر	مارچ ۱۸۹۷
۴۲	استفتاء	مئی ۱۸۹۷
۴۳	حجۃ اللہ	مارچ ۱۸۹۷
۴۴	تحفہ قیصریہ	مئی ۱۸۹۷
۴۵	جلسۂ احباب	جون ۱۸۹۷
۴۶	محمود کی آمین	جون ۱۸۹۷
۴۷	سراج الدین عیسائی کے چار سوالوں کا جواب	جون ۱۸۹۷
۴۸	کتاب البریۃ	جنوری ۱۸۹۸
۴۹	البلاغ	۱۸۹۸
۵۰	ضرورت الامام	اکتوبر ۱۸۹۸
۵۱	نجم الہدیٰ	نومبر ۱۸۹۸
۵۲	رازِ حقیقت	" ۱۸۹۸
۵۳	کشف الغطاء	دسمبر ۱۸۹۸
۵۴	ایام الصلح	اگست ۱۸۹۸
۵۵	حقیقۃ المہدی	فروری ۱۸۹۹
۵۶	مسیح ہندوستان میں	اپریل ۱۸۹۹
۵۷	ستارۂ قیصریہ	اگست ۱۸۹۹
۵۸	تریاق القلوب	۱۸۹۹
۵۹	تحفۂ غزنویہ	۱۹۰۰
۶۰	روئداد جلسہ دعا	فروری ۱۹۰۰
۶۱	خطبہ الہامیہ	اپریل ۱۹۰۰
۶۲	لجۃ النور	۱۹۰۰
۶۳	گورنمنٹ انگریزی اور جہاد	مئی ۱۹۰۰
۶۴	تحفہ گولڑویہ	جولائی ۱۹۰۰
۶۵	اربعین (۴ جلد) (اول۔ دوم۔ سوم۔ چہارم)	دسمبر ۱۹۰۰
۶۶	اعجاز المسیح	فروری ۱۹۰۱
۶۷	ایک غلطی کا ازالہ	نومبر ۱۹۰۱
۶۸	دافع البلاء	اپریل ۱۹۰۲
۶۹	الہدیٰ	جون ۱۹۰۲
۷۰	نزول المسیح	اگست ۱۹۰۲
۷۱	کشتی نوح	اکتوبر ۱۹۰۲
۷۲	تحفۃ الندوۃ	" ۱۹۰۲
۷۳	اعجاز احمدی	نومبر ۱۹۰۲
۷۴	تحکم ربانی کا ریویو (ریویو بر مباحثہ بٹالوی و چکڑالوی)	نومبر ۱۹۰۲
۷۵	مواہب الرحمٰن	جنوری ۱۹۰۳
۷۶	نسیم دعوت	فروری ۱۹۰۳
۷۷	سناتن دھرم	مارچ ۱۹۰۳
۷۸	تذکرۃ الشہادتین	اکتوبر ۱۹۰۳
۷۹	سیرۃ الابدال	دسمبر ۱۹۰۳
۸۰	لیکچر لاہور	ستمبر ۱۹۰۴
۸۱	لیکچر سیالکوٹ	اکتوبر ۱۹۰۴
۸۲	احمدی و غیر احمدی میں فرق	دسمبر ۱۹۰۵
۸۳	لیکچر لدھیانہ	نومبر ۱۹۰۵
۸۴	الوصیۃ	دسمبر ۱۹۰۵
۸۵	چشمۂ مسیحی	مارچ ۱۹۰۶
۸۶	تجلیات الٰہیہ	مارچ ۱۹۰۶
۸۷	قادیان کے آریہ اور ہم	فروری ۱۹۰۷
۸۸	براہین احمدیہ حصہ پنجم	فروری ۱۹۰۵
۸۹	حقیقۃ الوحی	۱۹۰۶
۹۰	چشمۂ معرفت	جنوری ۱۹۰۸
۹۱	پیغام صلح	مئی ۱۹۰۸

اسیران راہ مولیٰ کو اپنی خصوصی دعاؤں میں یاد رکھیے۔
اے خدا تو جلد انکی رہائی کے سامان پیدا فرما۔ آمین۔

روحانی خزائن :-

روحانی خزائن کا مکمل سیٹ (چھیالیس ۴۶ جلدیں)

- کتب سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام ۱ تا ۲۳ جلدیں
- ملفوظات " " " " ۱ تا ۱۰ جلدیں
- اشتہارات " " " " ۱ تا ۳ جلدیں
- تفسیر کبیر سیّدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ ۱ تا ۱۰ جلدیں

اس وقت دستیاب ہے ۔ قیمت دوسو پچاس (=/250) ڈالر ہے ۔
ٹیلیفون نمبر 202-232-3737 فیکس نمبر 202-232-8181

تصحیح

النور کے گذشتہ شمارہ میں سیّدنا حضرت امیرالمومنین ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز کی نظم جو جلسہ سالانہ قادیان کے موقعہ پر پڑھی گئی تھی شائع ہوئی ہے ۔ اس نظم کا پانچواں شعر اِس طرح پڑھا جائے :-

اس کی دھرتی تھی آکاشی، اُس کی پرچھائیں پرکاشی
جس کی صدیاں تھیں متلاشی، گلی گلی کا وہ منظر تھا

---

(۲)

پہلے شعر میں " جیسے " کی بجائے " جیسی " پڑھا جائے ۔
احباب اس کے مطابق تصحیح فرمالیں ۔

(ادارہ)

چندہ جلسہ سالانہ لازمی چندہ ہے

معذرت

النور کا گذشتہ شمارہ جو جنوری اور فروری سنہ ۹۲ پر مشتمل تھا پرنٹر کی غلطی کی وجہ سے اگست سنہ ۹۱ لکھ دیا گیا ہے جس پر ادارہ معذرت خواہ ہے ۔

بقیہ صفحہ ۱۱ سے

کی مدد نہیں کرے گا۔ ابو عزہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احسان سے مغلوب ہو کر ایک خوبصورت نظم کہی جس میں آپ کی سچائی اور عظمت کا برملا اظہار کیا۔ ابو عزہ کی طرح کئی اور ناداروں کو بھی بغیر فدیہ کے رہا کیا گیا۔ (سیرت ابن ہشام جلد 2 صفحہ 315)

ان قیدیوں میں ایک لڑکا وھب بھی تھا جس کے والد عمیر مکہ سے اس کو چھڑانے کے بہانے اس نیت سے مدینہ آئے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتمہ کر دیں۔ مگر خدا نے حضور کو اس کی خبر دی اور حضورؐ نے انہیں معاف کر دیا اس پر عمیر نے بے اختیار توحید کی گواہی دی اور مکہ میں آکر دعوت الی اللہ شروع کر دی جس کے نتیجہ میں بہت سے لوگوں نے ہدایت پائی۔ (سیرت ابن ہشام جلد 2 صفحہ 317)